محدثین واہل سیر کا روایاتِ سیرت میں منہج اور اختلاف کے اسباب

Narrators and Biographers' Methodology and Reasons for Differences in Narrating Seerah.

Muhammad Irfan
Ph.d Scholar, Sheikh Zayed Islamic center Punjab University Lahore:
irfanaziz366@gmail.com

Hafiz Muhammad Abdul Qayyum
Associate Professor, Sheikh Zayed Islamic centre Punjab University Lahore:
qayyum114@gmail.com

Abstract

The narrations of the Seerah-Ṭayyeba differ because each Narrator (Moḥadīth) and Biographer has described the narrations in their own way. The present study describes the aim and purpose of Narrators (Moḥadītheen) and Biographers. In fact, the purpose of the Narrators is to make the interpretation of Sharia according to their own meaning, while the purpose of the Biographer is to present the circumstances and events of Seerāh-Tayyebā in an organized and coherent manner and they follow the narrations according to their own style. Due to differences in the methods and the requirements of two sides (parties), ultimately the differences create in the narrations. Moreover, the narrations of the Transmitters who describe the narrations of the Ḥadīth and the Seerah are different because of the some particular reasons and factors. All that particular reasons and factors have been explained in this research sothat differences can be reduced by knowing the reasons for this difference.

Keywords: Narrator, Biographer, Narrations, Seerah

امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی شخصیت انسانی تاریخ کی وہ عظیم ہستی ہے جن پر سب سے زیادہ لکھا گیاہے اور جن کی حیاتِ مبارکہ کے مختلف گوشوں پر ہر دور میں قلم اٹھایا گیاہے، مگر اس کے باوجود سیرتِ طیبہ کا موضوع ہمیشہ سے تشنہ ہے اور ہمیشہ تشنہ رہے گا۔چونکہ نبی ﷺ کی حیات مبارکہ پوری نوع انسانی کے لئے یوم آخرت تک کے لئے نمونہ ہے اور انسانی معاشرہ میں فرد، خاندان، اور ملت کے ہر دائرے کی جزئیات اور نفسیات تہہ در تہہ ہیں، اسی لئے جوں جوں یہ تہیں کھلتی جائیں گی امام الانبیا ﷺ کی زندگی اور تعلیمات کے نئے پہلو وقت کے ساتھ ظاہر ہوتے رہیں گے، اور یہی چیز آپ ﷺ کی سیرت کا اعجاز ہے جو آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ ﷺ کو باقی انبیا سے ممتاز کر دیتی ہے۔ مسلمانوں نے اپنی تاریخ کے ہر دور میں قرآن کی تعلیمات کو سیکھنے اور سکھانے کے ساتھ ساتھ نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کو اپنا پسندیدہ موضوع بنایا، بدلتے حالات کے تقاضوں کے پیش نظر سیرت نگاری کا اسلوب ومعیار تبدیل ہوتا رہا مگر محبت وعقیدت کی چاشنی بہر حال بر قرار رہی، بلکہ اس میں اضافہ ہوتا رہا اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

علم حدیث اور سیرت ومغازی:

ائمہ کرام کی ایک کثیر تعداد نے سیر ومغازی کو علم حدیث کی ہی ایک قسم ذکر کیا ہے کیونکہ اس میں بھی رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال اور تقریرات سے بحث کی جاتی ہے۔ جس کا تعلق سیرت طیبہ ﷺ سے ہے جیسا کہ غزوات وسرایا وغیرہ۔

اس نوع میں رسول اللہ ﷺ کے مغازی وسرایا اور مشرک بادشاہوں کے نام آپ کے خطوط میں کیا صحیح ہے کیا صحیح نہیں ہے، اور ان غزوات میں آپ ﷺ کے صحابہ میں سے کس نے کیا کارنامہ سرانجام دیا، کس نے آپ ﷺ کا ساتھ دیا اور کون منافقین میں سے تھا اور نبی ﷺ نے مال غنیمت کی تقسیم کیسے فرمائی؟ وغیرہ۔ علوم حدیث کی یہ قسم اس قدر اہم ہے کہ کوئی عالم اس سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔ خطیب بغدادی (٤٦٣ھ) لکھتے ہیں:

"وفي الحديث قصص الأنبياء، وأخبارالزهاد و الأولياء، ومواعظ البلغاء، وكلام الفقهاء ، وسير ملوك العرب والعجم،وأقاصيص المتقدمين من الأمم ، وشرح مغازي الرسول صلى الله عليه وسلم،وسراياه وجمل أحكامه وقضاياه،وخطبه وعظاته ،وأعلامه ومعجزاته،وعدة أزواجه وأولاده وأصهاره وأصحابه وذكر

فضائلهم ومآثرهم.وشرح أخبارهم ومناقبهم ، ومبلغ أعمارهم ، وبيان أنسابهم"[1]

"احادیث میں انبیاء قصص، زاہدین اور اولیاء کے حالات کو بیان کیا گیا ہے۔اور فقہاء کے کلام، عرب و عجم کے بادشاہوں کے حالات زندگی،سابقہ امتوں کے واقعات، نبی ﷺ کے مغازی و سرایا کی تفصیلات، آپ ﷺ کے احکامات اور فیصلے، خطبات، مواعظ، معجزات، آپ ﷺ کی ازواج مطہرات، اولاد و اصحاب اور ان کے فضائل و مناقب، نسب نامے اور عمروں کا بیان ہوتا ہے۔"

سیرت نگاری میں اختلاف کے اسباب:

آئمہ کرام کے ہاں سیرت نگاری میں اختلاف کے اسباب تین طرح کے ہیں:

1. روایت کا معیار محدثین کا اسلوب بیان۔
2. روایت کا معیار اہل سیر کا اسلوب بیان۔
3. محدثین اور اہل سیر کے منہج کا مختلف ہونا۔

روایت کا معیار محدثین کا اسلوب بیان:

پہلی صدی ہجری کے اختتام پر اور دوسری صدی ہجری کے شروع میں احادیث کی تدوین و تالیف کا کام شروع ہوا اور اس کے احکام کے استخراج و استنباط کی باری آئی تو محدثین نے مختلف انداز پر کام کرنا شروع کیا، ایک جماعت نے روایت و درایت کے اصول پر احادیث و آثار کو جمع کرنا شروع کیا۔ ان کو محدثین کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک جماعت نبی ﷺ کی سیرت اور آپ ﷺ کے مغازی و سرایا کو جمع کرنا شروع کیا اور ان کو مدون کیا۔ اس گروہ کو اصحاب السیر والمغازی کہا جاتا ہے۔ محدثین نے اپنے حلقہ میں اور اہل سیر نے اپنے میدان میں کام کو آگے بڑھایا یعنی سب نے اپنے اپنے حلقہ میں اپنے کام کا تسلسل جاری رکھا۔

محدثین اور اہل سیر میں بعض باتوں میں اختلاف ہے۔

- اصحاب الحدیث اور اصحاب السیر کے روایتی معیار میں فرق ہے۔
- محدثین نے اپنے جو اصول بنائے ہیں جن کو اصول حدیث کہا جاتا ہے جو راوی ان اصولوں پر پورا نہیں اترتا وہ

---

[1] خطیب بغدادی، احمد بن علی بن ثابت، شرف اصحاب الحدیث، داراحیاء السنۃ النبویۃ، انقرہ، س۔ن، ص:۸
Khaṭīb Baghdādī, Aḥmad b. ʿAlī b.Thābit, Sharaf Aṣḥāb al-Ḥadīth, Dār, Iḥyā al-Sunnah al-Nabawiyyah, Anqarah. p:8

اس کی حدیث کو قبول نہیں کرتے اور اگر قبول کرتے بھی ہیں تو اس کی روایت کا درجہ دوسرے راویوں کی روایت سے کم تر ہوتا ہے۔

- محدثین رواۃ کی ثقاہت، تقویٰ، دیانت میں کمی زیادتی پر مقبول راویوں کی روایتوں میں اختلاف کے وقت ترجیح دیتے ہیں اور کسی ایسے راوی کی روایت کو قبول نہیں کرتے جو جھوٹے ہوں یا جن راویوں پر شدید جرح ہوئی ہو۔

روایت کا معیار اہل سیر کا اسلوب بیان:

عہدِ صحابہ کرام کے بعد تابعین کا دور ہے جنہوں نے احادیث و آثار اور سیر و مغازی کے واقعات کو خاندانی بزرگوں سے اور اساتذہ سے روایت کیا ہے۔ ان کے بعد تبع تابعین کا دور آیا جنہوں نے صحابہ اور تابعین کے علم کو آگے بڑھایا، سیر و مغازی کا تمام تر سرمایا انہی حضرات کی روایات سے جمع ہوا ہے۔

قاضی اطہر مبارک پوری(1996ء)لکھتے ہیں:'

'احادیث و آثار کی تدوین سے پہلے یہ تمام حضرات جن میں مردوں کی طرح عورتیں بھی شامل ہیں۔ اپنے گھروں، بال بچوں، رشتہ داروں، مسجدوں، محلوں، قبیلوں اور تعلیمی و تدریسی مجلسوں میں سیر و مغازی کے واقعات موقع کی مناسبت سے بیان کیا کرتے تھے اور جب جمع و تدوین کا دور آیا تو ان کی روایتوں کو اصحاب سیر و مغازی نے مدون و مرتب کیا، اور اپنے مقاصد کے پیش نظر روایتی معیار میں محدثین کے مقابلہ میں نرمی سے کام لیا۔" (2)

محدثین اور اہل سیر کے منہج کا فرق:

محدثین اپنی کتب میں صرف وہ روایات جمع کرتے ہیں جن سے ان کا مقصود ہوتا ہے کہ اس روایت سے کوئی حکم ثابت ہوتا ہے جیسے نبی ﷺ نے کیا فرمایا؟ آپ ﷺ نے کیا کہا؟ یا آپ کے سامنے کیا گیا؟ پھر اس سے مسائل کا استنباط مقصود ہوتا ہے۔ جبکہ اہل سیر پورا واقعہ مربوط انداز میں لکھتے ہیں۔

محدثین اور سیرت نگاروں کے اختلاف کے بارے عبد الرؤف داناپوری لکھتے ہیں:

اصحاب الحدیث تین امور کو جمع کرتے ہیں:

---

(2) مبارک پوری، اطہر، تدوین سیر و مغازی، دارالنوادر، لاہور، ۲۰۰۵، ص:۱۹

Mubārakpurī, Aṭhar,Tadwīn Siyar-o-Maghāzī, Dār-al-Nawādir, Lahore, 2005, p:19

۱۔ نبی اکرم ﷺ نے کیا فرمایا؟
۲۔ آپ ﷺ نے کیا کیا؟
۳۔ آپ ﷺ کے سامنے یا آپ ﷺ کے وقت میں کیا گیا۔؟

اصحاب سیر انہی تین امور کو جمع کرتے ہیں اس لیے اصل کام دونوں کا ایک ہی ہے اس کے باوجود دونوں میں فرق ہے۔ اصحاب الحدیث کا مقصود بالذات احکام کو جاننا ہوتا ہے اور نبی ﷺ کی ذات سے ان کی بحث ضمناً یا التزاماً ہوتی ہے اور اصحاب سیر کا مقصود بالذات رسول اللہ ﷺ کو جاننا ہے۔ احکام کی بحث ضمناً ہوتی ہے اس لیے محدثین کی تمام تر قوت اس بحث میں صرف ہوتی ہے کہ اس قول یا فعل کی نسبت نبی ﷺ کی طرف درست ہے یا نہیں اور اہل سیر کو اسی کے ساتھ دو باتیں اور معلوم کرنی پڑتی ہیں، ایک یہ کہ آپ ﷺ نے کب ایسا کہا، یا کب کیا، دوسرے یہ کہ ایسا کہنے یا ایسا کرنے کی کیا وجہ تھی؟ یہ حضرات نبی ﷺ کے اقوال وافعال کو مسلسل اور مربوط بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے اسباب وعلل کو بھی جاننا چاہتے ہیں۔

اس بنیادی فرق کی وجہ سے اصحاب سیرت اور اصحاب الحدیث دو الگ الگ جماعتیں بن گئیں اور دونوں کا معیار تحقیق بھی جدا جدا ہو گیا، محدثین رواۃ کی ثقاہت، تقویٰ اور دیانت کی کمی زیادتی پر مقبول راویوں کی روایتوں میں اختلاف کے وقت ترجیح دیتے ہیں، اصحاب حدیث ہوں یا اصحاب سیرت دونوں ایسے راویوں کی روایت کو قبول نہیں کرتے جو جھوٹے ہوں یا جن پر جرح شدید ہوئی ہو۔ [3]

سیرت نگار اور محدثین دو جماعت نہیں ہیں بلکہ جتنے اہل سیر ہیں وہ محدثین بھی ہیں۔ اسی طرح جو محدثین ہیں وہ اہل سیر بھی ہیں، مگر جب سیرت نبوی ﷺ کے حالات کو جمع کیا جاتا ہے اور سیرت نبوی ﷺ کے تقاضے پورے کرنے پڑتے ہیں تو احادیث اور روایات کی شرائط اور ترجیح و تطبیق میں مناسب تبدیلی کرنی پڑتی ہے۔ مغازی کے واقعات محدثین اور اہل سیر دونوں جمع کرتے ہیں مگر دونوں اصحاب کے لکھنے میں فرق ہوتا ہے، مثلاً غزوہ فتح مکہ کے بارے میں محدثین اتنا لکھتے ہیں کہ قریش نے صلح حدیبیہ کے معاہدہ کو توڑ دیا اور قبیلہ بنی خزاعہ پر ظلم کیا جو نبی ﷺ کے حلیف تھے، اس لیے آپ ﷺ نے حملہ کیا اور مکہ فتح ہوا، لیکن اصحاب سیرت یہ بھی بتاتے ہیں کہ یہ معاہدہ کتنا اہم تھا، بنی بکر اور بنی خزاعہ کی جنگ عرصہ سے چل رہی تھی۔ اس معاہدہ کی وجہ سے یہ جنگ رک گئی تھی،

---

[3] داناپوری، عبد الرؤف، اصح السیر، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۸۲ء، ص:۱۸
Danapurī, ʿAbd al-Raūf, Aṣaḥ al-Siyar, Majlis Nashriyāt Islām, Karāchi, 1982,p:18

قریش نے عہد توڑ کر پھر اس جنگ کو مشتعل کر دیا تھا۔

اس بنا پر محدثین کی اصطلاح میں مغازی اور سیرت عام فن حدیث سے الگ چیز ہے یہاں تک کہ بعض مواقع پر ارباب سیر اور محدثین مقابل کے گروہ سمجھے جاتے ہیں، بعض واقعات کے متعلق ایسی صورت پیدا ہو جاتی ہے کہ تمام ارباب سیر ایک طرف اور امام بخاری و مسلم ایک طرف ہوتے ہیں۔ایسے مواقع پر بعض لوگ امام بخاری (٢٥٦ھ بمطابق ٨٧٠ء)کی روایت کو اس لئے تسلیم نہیں کرتے کہ یہ ارباب سیر کے خلاف ہے لیکن محققین کہتے ہیں کہ حدیث صحیح تمام ارباب سیر کی متفقہ روایت کے مقابلہ میں بھی قابل ترجیح ہے۔[4]

مولانا عبد الرؤف داناپوری ((1874ء تا 1948ء)فرماتے ہیں:

"اصحاب الحدیث کا مقصود بالذات احکام کو جاننا ہوتا ہے۔اور رسول اللہ ﷺ کی ذات سے ان کی بحث ضمناً ایا التزاماً ہوتی ہے محدثین کا مدار اس پر ہوتا ہے کہ یہ قول یا یہ فعل نبی ﷺ کا ہے یا نہیں؟لیکن اصحاب سیرت اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے کب ایسا فرمایا؟اور اس کی وجہ کیا ہوئی؟اصحاب سیرت حضور ﷺ کے اقوال و افعال کو منظم اور مربوط بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔اور اس کے اسباب و علل بھی جاننا چاہتے ہیں جبکہ محدثین کے ہاں ایسا نہیں ہے۔"[5]

نبیؐ کی ہجرت کا واقعہ اور اس کی مکمل تفصیل مکہ سے مدینہ کی طرف راستے کا بیان کرنا، جس جس مقام سے نبی ﷺ کا گزر ہوا ان سب کا بیان وغیرہ، ان واقعات کو حضرت عروہ، ابن اسحاق اور امام واقدی نے بھی بیان کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ابن اسحاق نے غزوہ العشیرۃ اور غزوہ بدر کے رستے کی مکمل معلومات اور تفصیلات بیان کی ہیں۔ یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ جب بھی کسی محدث نے یہ کوشش کی کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی سیرت کے مکمل حالات زندگی کو پیدائش سے وفات تک مربوط انداز میں جمع کرے تو اسے بھی اہل سیر کے انداز کے سواء کوئی اور طریقہ نظر نہ آیا مثلاً امام ابن حبانؒ نے اپنی کتاب الثقات کے شروع میں نبی ﷺ کی سیرت کے واقعات کا

---

[4] شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ ،الفیصل ناشران وتاجران،لاہور،١٩٩١ء،١/٣٧

Shiblī Nuʿmānī, Sīrat al-Nabī ﷺ, Al-faiṣal Nāshrān wa Tājrān, Lahore, 1991, vol:1, p:37

[5] داناپوری، عبد الرؤف، اصح السیر، ص:٨

Danapurī, ʿAbd al-Raūf, Aṣaḥ al-Siyar, p: 8

بھی تذکرہ کرتے ہیں تو اکثر روایات بغیر سند ذکر کی ہیں یا پھر ضعیف روایات کو بیان کیا ہے۔[6]

محدثین نے سیرت نبوی ﷺ کے حالات کو بیان کرتے ہوے روایات کی صحت کا شدید التزام کیا ہے۔ جس کی ایک جھلک بخاری و مسلم میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے، مگر اس میں نقص یہ ہے سیرت نبوی ﷺ کے واقعات میں ترتیب و تنظیم موجود نہیں ہے اور اسی طرح واقعات میں تسلسل بھی موجود نہیں ہے۔ جبکہ اہل سیر نے اپنے اسلوب میں واقعات کو منظم اور مربوط انداز سے بیان کیا ہے، سیرت نبوی ﷺ کے تمام واقعات کو مکمل جزئیات کے مکمل اہتمام کے ساتھ جمع کیا ہے۔ اور اس میں واقعات کے بیان میں تاریخی اعتبار سے تسلسل کا خصوصی لحاظ رکھا گیا ہے مگر اس میں ایک کمی یہ پائی جاتی ہے کہ روایات کی ایک معتدبہ تعداد ضعیف، منقطع، منکر اور غیر مستند ہے۔ جبکہ بعض مقامات پر موضوع اور من گھڑت روایات بھی کتب سیرت و تاریخ میں موجود ہیں جس کی بنیادی وجہ واقعات کی ترتیب و تنظیم اور تسلسل کو بر قرار رکھنا ہے اسی وجہ سے ان روایات کو قبول کر کے کتبِ سیرت میں شامل کر دیا گیا ہے۔

الغرض محدیثن کے یہاں جو صحیح روایتیں ہیں اصحاب سیرت کو ان کی ترجیح میں کلام نہیں ہے لیکن ان کو اپنی ضروریات کے لیے اور روایتیں بھی لینی پڑتی ہیں جن کے لیے وہ اپنا الگ معیار قائم کرتے ہیں، بلاشبہ جس طرح حدیث کی کتابوں میں شدید احتیاط کے باوجود بہت سی غلط اور موضوع روایتیں داخل ہوگئی ہیں، سیرت میں بھی اسی طرح بہت سے موضوعات ہیں اگر ان کو خارج کر دیا جائے تو دنیا کی کسی قوم کی کوئی تاریخ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہے، اس لیے کہ اور کہیں نہ سند ہے اور نہ موضوعات کو جدا کیا جاسکتا ہے۔[7]

علم سیرت باقی علوم کی طرح ایک مستقل علم ہے اور حدیث علم سیرت کا ایک مصدر ہے مصدر ہونے کی حیثیت سے کلیتاً اصول حدیث کو اصول سیرت قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔

---

[6] ابن حبان، محمد بن حبان،، کتاب الثقات، دار الفکر، طبع اول، 1975ء، ۱/۳۸، ۴۲

Ibn Ḥibbān, Muḥammad b. Ḥibbān, Kitāb al-Thiqāt, dār al- fikr, 1975, vol, 1, p: 38-42

[7] داناپوری عبدالرؤف، اصح السیر، ص:۱۸۔۱۹

Danapurī, ʿAbd al-Raūf, Aṣaḥ al-Siyar,p: 18-19

جس طرح محدثین روایات کی تحقیق کرتے ہیں اسی طرح سیرت نگار بھی روایات سیرت کی تحقیق کے لیے نقد کے اصول کو استعمال کرتے ہیں اور ان اصولوں کی بناء پر اگر ایک روایت صحیح ہو تو اسے قابل استدلال سمجھا جائے گا اگرچہ وہ محدیث کے ہاں ضعیف ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ ایک ہی روایت محدثین کے ہاں ضعیف اور فقہاء کے ہاں صحیح ہو سکتی ہے۔ محدثین کا مطمع نظر اور ان کا کام الگ الگ نوعیت کا ہے اور اہل سیر کا کام الگ نوعیت کا ہے اختلاف کا ایک سبب محدثین اور سیرت نگاروں کے کام کو ایک سمجھنا اور جداگانہ نہ سمجھنا ہے۔

روایاتِ سیرت میں سبب اختلاف:

سیرت طیبہ کو بیان کرنے اور لکھنے کا انداز ہر مصنف کا اپنا ایجاد کردہ ہے نبی اکرم ﷺ کی سیرت کے واقعات اور روایات کو بیان کرنے میں محدثین اور اہل سیر کا اختلاف ہے اس کی تفصیلات ذیل میں دی گئی ہیں۔

ا۔انداز بیان:

سیرت نبوی ﷺ کے واقعات کو بیان کرنے میں محدثین اور اہل سیر میں اکثر اختلاف پایا جاتا ہے کیونکہ انداز بیاں میں فرق ہے۔اہل سیر اور تاریخ نویس پیش آمدہ حالات و واقعات کو تاریخی اعتبار سے ترتیب کے ساتھ پیش کرتے ہیں جبکہ محدثین کا اپنا انداز ہے کہ وہ ایک واقعہ کو ایک ہی مقام پر بیان نہیں کرتے بلکہ ضرورت کے تحت واقعات کی جزئیات کو مختلف مواقع پر بیان کرتے ہیں۔ محدثین کے ہاں واقعات کی تاریخ اور زمانی ترتیب کا خیال نہیں کیا جاتا اس لئے کسی تاریخی واقعہ کا کتب حدیث میں ایک ہی جگہ پر مکمل ملنا بہت مشکل ہے کیونکہ محدثین واقعات کو احکامات کی ترتیب سے بیان کرتے ہیں محدثین کے ہاں احکامات میں ترتیب ملے گی۔

کسی ایک تاریخی واقعہ کو استدلال کی خاطر مختلف مقامات پر بیان کرنے کی بہت اچھی مثالیں امام بخاری کے ہاں ملتی ہے جن میں سے ایک حضرت کعب بن مالک کی توبہ کا واقعہ ہے۔ اہل سیر نے اس حضرت کعب بن مالک کی توبہ کو غزوہ تبوک کے تحت سن ٩ھ کے واقعات میں بیان کیا ہے اور جبکہ امام بخاری (٢٥٦ھ) نے ان کی توبہ کے واقعہ کو متعدد مقامات پر پیش کیا ہے مثلاً کتاب الوصایا، کتاب الجھاد، کتاب الاستئذان، کتاب المناقب الانصار، کتاب المغازی، کتاب التفسیر، کتاب المناقب، کتاب الأیمان والنذور اور کتاب التمنی وغیرہ میں ذکر کیا ہے ۔[8]

---

[8] بخاری، محمد بن اسمٰعیل بخاری، الجامع الصحیح، دار ابن کثیر، بیروت، ١٤٢٢ھ رقم الحدیث : ٢٧٥٧

صحیح مسلم میں حضرت کعب بن مالک کی توبہ کا یہی واقعہ صرف دو مقام پر کتاب التوبہ اور صلوٰۃ المسافرین میں بیان کیا گیا ہے۔ [9]سیرت نبوی ﷺ اور تاریخی کے واقعات کو بیان کرنے کا یہ طریقہ صرف بخاری و مسلم کے ساتھ خاص نہیں بلکہ دیگر محدثین نے بھی اسی طریقہ کو اختیار کیا ہے۔اس کی ایک مثال یہ ہے کہ سنن ابی داوٗد میں واقعہ صلح حدیبیہ کو دو مقامات پر، کتاب الجہاد اور کتاب السنۃ میں بیان کیا گیا ہے۔ [10]

تاریخی واقعات کو ذکر کرنے کے انداز میں محدثین اور اہل سیر کے اسلوب اور منہج کا اختلاف اس وجہ سے ہے کہ دونوں مکاتب ان واقعات کو بیان کرنے کی غرض مختلف ہے محدثین کی غرض احکام کا استنباط اور استدلال ہے اس لیے ہر مقام پر مکمل واقعہ بیان نہیں کرتے استدلال کی خاطر صرف کاص حصہ ذکر کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے ۔ جیسا کہ حضرت کعب بن مالک کی توبہ کا مکمل واقعہ امام بخاری نے کتاب المغازی اور امام مسلم نے صرف کتاب التوبہ میں بیان کیا ہے۔ [11]

دوسری طرف اہل سیر واقعات کی ترتیب کا اہتمام کرتے ہیں اور تمام واقعات ایک ہی جگہ پر ذکر کرتے ہیں تاکہ ایک واقعہ مکمل ترتیب کے ساتھ، منظم اور مربوط انداز میں واضح ہو جائے اور متعلقہ واقعہ میں کوئی ابہام پیدا نہ ہو۔

۲۔واقعات کے بیان میں ترتیب:

اہل سیر اور تاریخ نویس واقعات کو بیان کرنے میں اکثر یہ بات ملحوظ رکھتے ہیں کہ ہر واقعہ کی تاریخِ وقوع اور اس کے زمانہ وقوع کو بیان کیا جائے اس کا اہتمام اس لیے کیا گیا ہے کہ تمام واقعات کو زمانی ترتیب سے پیش کر سکیں اور ان کے زمانہ وقوع کے بارے ابہام کو دور کیا جا سکے۔ اگر ابتدائی کتب سیرت کو ملاحظہ کریں جیسا کہ سیرت ابن اسحٰق، کتاب المغازی اور سیرت ابن ہشام وغیرہ تو ضرور واضح ہو تا کہ ان ائمہ نے واقعات کی تواریخ کی تحدید میں کس

Bukhārī, Muḥammad b. Ismāʿīl, *Al-Jāmiʿ al-ṣaḥīḥ*. Beirūt: Dār Ibn Kathīr, 1422 AH Ḥadīth No 2757

(9) القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح، دار السلام، ریاض، ۲۰۰۸ء، رقم الحدیث : ۷۱۶، ۲۷۶۹،

Al-Qushayrī, Muslim b. al-Ḥajjāj, al-ṣaḥīḥ, Dār al-salām, Riyādh, 2008, Ḥadīth no 716

(10) ابو داود، سلیمان بن اشعث، السنن، دار السلام الریاض، ۲۰۰۸۔ رقم الحدیث :۲۷۶۵، ۴۶۵۵،

Abū Dawd, Sulaymān b. Ashʿth, al-sunan, Dār al-salām, Riyādh.2008. Ḥadīth no, 2765, 4655

(11) بخاری، الصحیح، رقم الحدیث :۳۹۵۱، مسلم، الصحیح، رقم الحدیث :۲۷۶۹

Bukhārī, *Al-Jāmiʿ al-ṣaḥīḥ*, no, 3951; Muslim, *al-ṣaḥīḥ*, 2769

قدر عرق ریزی اور دقت نظری سے کام لیا ہے۔بطور خاص مدنی عہد میں رونما ہونے والے غزوات و سرایا کے سنین، مہینوں حتی کہ دنوں کی تعیین کا بھی اہتمام کیا ہے ،متاخرین مؤرخین واہل سیر حضرات نے بھی اپنے پیشوؤں کے منہج واسلوب کو اپنانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

دوسری طرف محدثین میں سے اکثرو بیشتر نے ہے سیرت طیبہ کے واقعات کو بیان کرتے ہوئے زمانی ترتیب کالحاظ نہیں کیااس کی بنیادی وجہ منہج کا اختلاف ہے محدثین کا ان واقعات کو بیان کرنے کا مقصد سیرت نبوی ﷺ کی ترتیب نہیں ہوتا بلکہ ان کی غرض احکام کا استنباط ہوتا ہے اور ان واقعات کے صحیح وسقیم ہونے کالحاظ ہوتا ہے ایسے محدثین میں امام مسلم بھی شامل ہیں انہوں نے کتاب الجہاد والسیر میں جو روایات نقل کی ہیں ان میں واقعات کے رونماہونے کی ترتیب کا کوئی لحاظ نہیں ہے امام مسلم کی ترتیب اس طرح ہے باب نمبر ٢٨ غزوۂ حنین، باب ٢٩ غزوۃ طائف، باب ٣٠ غزوۃ بدر، باب ٣١ فتح مکۃ، باب ٣٦ غزوۃ احزاب، باب ٣٧ غزوۃ احد ہے۔

اسی طرح امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری سیرت نبوی ﷺ کے واقعات کو بیان کیا ہے اور ان کی پیش کش میں کسی قدر کالحاظ رکھاہے یہ ترتیب کتاب المغازی میں نمایاں نظر آتی ہے امام بخاری نے کتاب المغازی کی ابتدا غزوہ العشیرۃ سے کی ہے اور اس کتاب کا اختتام اس بات پر کیا کہ نبی ﷺ وفات کب ہوئی ؟ آپ ﷺ نے حضرت اسامہ کے لشکر کو کب روانہ فرمایا؟ اور آپ ﷺ کتنے غزوات میں بذات خود شریک ہوئے۔

سیرت نبوی ﷺ کے واقعات کو بیان کرتے ہوئے جب امام بخاری کو واقعات کی ترتیب کے لیے اپنی شروط پر مستند روایات نہیں ملتیں تو وہ متقدمین اہل سیر کے اقوال پر بھی اعتماد کرتے ہوئے ان کو ذکر کر دیتے ہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں :

"محمد بن إسحاق عالم كبير وإنما لم يخرجه البخاري من أجل روايته المطولات وقد استشهد به وأكثر عنه فيما يحكي في أيام النبي صلى الله عليه وسلم وفي أحواله وفي التواريخ" (12)

”محمد بن اسحق ایک بڑے عالم ہیں مگر امام بخاری نے ان سے اس لیے روایات نہیں لیں کہ وہ طویل روایات بیان کرتا ہے البتہ امام بخاری ان سے استشہاد ضرور کرتے ہیں اور جب ایام النبی، احوال النبیؐ اور تواریخ کا معاملہ آتا ہے تو امام بخاری بکثرت ابن اسحق کی ہی روایت لاتے ہیں۔ “امام بخاری کی دو روایات اس بارے میں ذکر کی جاتی ہیں کتاب

---

(12) العسقلانی، احمد بن حجر، تہذیب التہذیب، عالم الکتب، بیروت، ١٣٢٦ھ ٣/ ٥٠٧،
Al-ʿasqalānī, Ahmad b. Ḥajr, Tahdhīb al-Tahdhīb, ʿAlim al-kutub, Beirūt, 1326, vol:3,p:507

المغازی کی ابتداء میں لکھتے ہیں:

’’ باب غزوة العشيرة أو العسيرة. قال: ابن إسحاق: " أول ما غزا النبي صلى الله عليه وسلم: الأبواء، ثم بواط، ثم العشيرة " » باب غزوة بني المصطلق من خزاعة وهي غزوة المريسيع قال ابن إسحاق وذلك سنة ست وقال موسى بن عقبة سنة أربع وقال النعمان بن راشد عن الزهري كان حديث الإفك في غزوة المريسيع.‘‘(13)

’’باب غزوۃ العشیرۃ یا العسیرۃ ابن اسحاق کا قول ہے نبیؐ نے جو اولین غزوہ لڑا وہ ابواء تھا پھر بواط تھا اور پھر العشیرۃ تھا اسی طرح امام بخاری غزوہ بنی مصطلق کے بارے فرماتے ہیں یہ غزوہ المریسیع ہے ابن اسحق کا کہنا ہے کہ یہ ۶ھ میں تھا اور موسیٰ بن عقبہ کا کہنا ہے کہ یہ ۴ھ میں تھا۔‘‘

اس کے ساتھ ساتھ امام بخاری بعض واقعات کی تاریخ کی تعیین کے لیے دیگر تاریخی واقعات سے استشہاد پر بھی اعتماد کرتے ہیں، مثلاً غزوۃ ذات الرقاع کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وهی بعد خيبر لأن أبا موسى جاء بعد خيبر"(14)

’’یہ غزوہ خیبر کے بعد ہوا کیونکہ حضرت ابو موسیٰ غزوہ خیبر کے بعد آئے تھے۔‘‘

بعض متاخر محدثین نے بھی سیرت نبوی ﷺ کے واقعات کی زمانی ترتیب میں امام بخاری کے اسلوب کو اختیار کیا ہے جیسا کہ امام بغوی کی کتاب شرح السنۃ ہے۔(15)

۳۔ واقعات سیرت میں شرکاء کی تعداد کا اہتمام:

اہل سیر کے ہاں ان شرکاء کی فہرست کا بہت اہتمام پایا جاتا ہے، جو سیرت سے متعلقہ کسی بھی اہم واقعہ میں شریک ہوئے تھے۔ جبکہ محدثین کے ہاں اہم واقعات سیرت کے شرکاء کی فہارس فراہم کرنے کا اہتمام نہ ہونے کے برابر ہے، امام بخاری اور چند ایک دیگر محدثین کے ہاں اس اہتمام کی چند مثالوں کو چھوڑ کر دیگر ائمہ کے ہاں یہ اعتناء

---

(13) بخاری، الصحیح، رقم الحدیث: ۳۹۴۹اور ۴۱۳۸، ۴۱۳۹

Bukhārī, *Al-Jāmiᶜ al-ṣaḥīḥ*, Ḥadīth no 3949, 4138, 4139

(14) بخاری، الصحیح، رقم الحدیث: ۴۱۲۴

Bukhārī, *Al-Jāmiᶜ al-ṣaḥīḥ*, Ḥadīth no 4124

(15) البغوی، الحسین بن مسعود، شرح السنۃ للبغوی، المکتب الاسلامی، دمشق، بیروت، ۱۴/ ۱۱

Al-Baghwī, al-Hussain b. Masᶜūd, Sharh al-Sunnah, al-Maktab al-Islamī, Demascus, Beirūt, vol:14, p 11

معدوم ہے، امام بخاری نے صحیح البخاری میں اس عنوان سے باب قائم کیا ہے: "باب تسمية من سمى من أهل بدر "[16] "ان لوگوں کے نام جن کو اہل بدر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔"

امام بخاری نے اس باب میں صرف ان صحابہ کے ناموں کو بیان کیا ہے جن کا ذکر ان احادیث میں موجود ہے جو احادیث امام بخاری غزوۂ بدر سے متعلق لائے ہیں۔

حافظ ابن حجر (٨٥٢ھ) کے ہاں مذکورہ بالا علت کی بناء پر امام بخاری نے صرف چالیس شرکائے بدر کا تذکرہ کیا ہے اگرچہ شرکائے بدر کی تعداد امام بخاری کے ہاں بھی ٣١٣ ہے لیکن بقیہ افراد کا نام ان کو صحیح سند سے نہ مل سکا اس لیے ان کا نام صحیح میں ذکر نہیں کیا۔ حضرت ابوعبیدۃ بن جراح کا نام بھی امام بخاری نے شرکائے بدر میں اس لیے ذکر نہیں کیا کہ غزوہ بدر سے متعلقہ امام بخاری کی ذکر کردہ روایات میں ان کا نام مذکور نہیں۔ [17]

امام حاکم (٤٠٥ھ) فرماتے ہیں:

فأما أهل الصفة على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، فإن أساميهم في الأخبار المنقولة إلينا متفرقة، ولو ذكرت كل حديث منها بحديثه وسياقة متنه لطال به الكتاب، ولم يجئ بعض أسانيدها على شرطي في هذا الكتاب، فذكرت الأسامي من تلك الأخبار على سبيل الاختصار

رسول اکرم ﷺ کے زمانہ کے اصحاب صفہ کے نام ہم تک مختلف روایات کے ذریعے پہنچے ہیں اگر ہم ہر وہ حدیث مکمل سند و متن کے ساتھ بیان کریں جس میں اصحاب صفہ کا تذکرہ ہے تو یہ کتاب بہت طویل ہو جائے گی، نیز وہ ساری روایات میری اس شرط کے مطابق بھی نہیں ہیں جو میں نے اس کتاب کی روایات کے لیے مقرر کی ہے اس لیے میں نے اختصار کرتے ہوئے ان روایات میں مذکور اصحاب صفہ کے نام ادرج کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ [18]

محدثین کے ہاں چونکہ روایت کی قبولیت کی کڑی شرائط ہیں اس لیے ان کو تمام شرکائے واقعہ کی مکمل فہرست صحیح اسناد و دیگر شرائط کے ساتھ ملنا بہت مشکل ہے جبکہ اہل سیر کا کام کسی بھی واقعہ کو مکمل اور مربوط انداز میں سامنے

---

[16] بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب نمبر ١٣

Bukhārī, *Al-Jāmiᶜ al-ṣaḥīḥ*, kitab ul Maghazī, Ch. no, 13

[17] ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ٧/ ٣٢٧-٣٢٩۔

Ibn Ḥajr Al-ᶜasqalānī, Ahmad b. Ḥajr, Fatḥ al-Bārī, vol: 7, p:327-329

[18] حاکم، محمد بن عبد اللہ، حاکم، المستدرک، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔ لبنان، ١٩٩٠ء، ٣/ ١٧-٢٦

Ḥākim, Muḥammad b. Abdullah, Ḥakim, Al-Mustadrak, Dār al-kutub al-ilmmiyya, Beirūt-Lebnon, 1990, vol: 3, p: 17-26

لانا ہے، اس لیے وہاس واقعہ میں شریک تمام لوگوں کی فہرست کا بھی شدت کے ساتھ اہتمام فرماتے ہیں، نیز اہل سیر کے ہاں قبولیت روایت کی کڑی شرائط نہیں اور وہ فقط اخبار جمع کرتے ہیں اس لیے بعض روایات بغیر اسناد کے بھی قبول کر لیتے ہیں بشرطیکہ درایتاً اصولوں کے مطابق ہوں۔

اسلوب و منہج اور اغراض و مقاصد کے مزکورہ فرق کی وجہ سے محدثین اور اہل سیر کے ہاں کسی بھی واقعہ کے شرکا کی فہرست کے معاملے میں فرق پایا گیا ہے۔

۴۔رواۃ سیرت کی خصوصیات:

محدثین اور اہل سیر کے مناہج کا اختلاف اس لیے بھی ہے کہ دونوں کے ہاں اس راوی کی صفات مختلف ہیں جس کی سیرت کے باب میں روایت لی جائے گی۔ اہل سیر کے ہاں کوئی ایسی متعین شروط موجود ہی نہیں جن کا راوی میں پایا جانا ضروری ہو۔ اس کے برعکس محدثین کے ہاں راوی اور روایت کی کڑی شرائط موجود ہیں جیسا کہ محدثین کے ہاں صحیح روایت وہ ہو گی۔

" بما نقله عدل تام الضبط متصل السند غير معلل ولا شاذ "

"ایسی روایت جس کی سند متصل ہو اس میں کوئی علت اور شذوذ نہ ہو نیز اسے ابتداء سے انتہا تک عادل اور ضابط راویوں نے روایت کیا ہو۔"[19]

محدثین میں بھی اگرچہ کچھ ایسے ہیں جنہوں نے مذکورہ تعریف کے مطابق سب روایات جمع نہیں کیں، ان میں بھی کم درجہ کی روایات ہیں۔ جیسا کہ سنن اربعہ، اور کچھ دیگر کتب احادیث میں اس سے بھی کم درجہ کی روایات ملتی ہیں مثلاً مستدرکات اور مستخرجات وغیرہ ہیں،

بلکہ بعض محدثین تو نے صرف صحیح روایات لانے کا دعویٰ کیا لیکن اس دعویٰ کو پورا نہ کر سکے مثلاً صحیح ابن حبان، مصنف ابن خزیمۃ اور مستدرک حاکم وغیرہ۔[20]

جبکہ کچھ ایسے محدثین بھی ہیں جنہوں نے روایات کی قبولیت کے لیے کوئی بھی شرائط مقرر ہی نہیں کیں بلکہ جو کچھ

---

[19] سیوطی، عبدالرحمن بن ابی بکر، تدریب الراوی، مکتبۃ الریاض الحدیثۃ، الریاض ۱۹۸۵،، ۱/۱۵۹
Suyūtī, ʿAbd Al-Rehmān b. Abī Bakr, Tadrīb al-rāvī, Maktabah al-Riyādh al-Ḥadītha, al-Riyādh,1985,vol:1, p159

[20] سیوطی، تدریب الراوی، مکتبہ الریاض الحدیثیہ، الریاض، ۱۹۸۵، ۱/۱۰۷۔۱۰۹
Suyūtī, Tadrīb al-Rāvī, Maktabah al-Riyādh al-Ḥadītha, al- Riyādh.1985, vol: 1, p 107-109

اپنے شیوخ سے سنا اسے جمع کر دیا جیسا کہ معاجم ثلاثہ امام طبرانی کی ہیں۔

اس تمام بحث کے باوجود مشہور محدثین کے ہاں قبولیت روایت کے لیے متعین شرائط موجود ہیں مثلاً صحاح ستہ اور موطا امام مالک جیسی معتبر کتب احادیث ہیں، ان کے مؤلفین نے روایات کو قبول کرنے کے باقاعدہ اصول ضوابط ذکر کئے ہیں اور اپنی اپنی کتب میں ان کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے روایات کو جمع کیا ہے۔ جبکہ اہل سیر کے ہاں کوئی ایسی شرائط متعین ہی نہیں ہیں جن کی موجودگی میں روایات قبول کی جائیں۔ امام طبری فرماتے ہیں:

وليعلم الناظر في كتابنا هذا أن اعتمادي في كل ما أحضرت ذكره فيه مما شرطت أني راسمه فيه إنما هو على ما رويت من الأخبار التي أنا ذاكرها فيه والآثار التي أنا مسندها إلى رواتها فيه دون ما أدرك بحجج العقول واستنبط بفكر النفوس إلا اليسير القليل منه إذ كان العلم بما كان من أخبار الماضين وما هو كائن من أنباء الحادثين غير واصل إلى من لم يشاهدهم ولم يدرك زمانهم إلا بإخبار المخبرين ونقل الناقلين دون الاستخراج بالعقول والاستنباط بفكر النفوس فما يكن في كتابي هذا من خبر ذكرناه عن بعض الماضين مما يستنكره قارئه أو يستشنعه سامعه من أجل أنه لم يعرف له وجها في الصحة ولا معنى في الحقيقة فليعلم أنه لم يؤت في ذلك من قبلنا وإنما أتي من قبل بعض ناقليه إلينا وأنا إنما أدينا ذلك على نحو ما أدي إلينا [21]

ہماری اس کتاب کو پڑھنے والے کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے اس کتاب میں جو بھی روایات ذکر کی ہیں ان کی نسبت ان کے راویوں کی طرف کر دی ہے پس اگر کوئی قاری ان روایات میں منکر روایت پائے یا کوئی اجنبی اور عجیب خبر دیکھے جو غیر درست ہے تو وہ جان لے کہ وہ ہماری طرف سے نہیں ہے بلکہ ہمیں نقل کرنے والوں کی طرف سے ہے اور ہم نے تو وہ کچھ بیان کر دیا ہے جو لوگوں نے ہمیں بیان کیا ہے۔

امام طبری (٣١٠ھ) کا شمار علمائے حدیث میں بھی ہوتا ہے اس کے باوجود تاریخ میں وہ سب رطب و یابس جمع کر رہے ہیں حالانکہ وہ ایک بڑے ناقد بھی تھے لیکن چونکہ تاریخ اور سیرت میں روایات کے اخذ و قبول کے لیے اور راوی کی صفات کے لیے کوئی اصول منضبط صورت میں موجود نہیں ہیں اس لیے اکثر مؤرخین فقط روایات نقل کر دیتے ہیں ان کی صحت اور جانچ پرکھ کا خیال نہیں کرتے اور اس کا فیصلہ بعد والوں پر چھوڑ دیتے ہیں کہ اس میں سے

---

[21] طبری، محمد بن جریر بن یزید، تاریخ الرسل والملوک، دار التراث۔ بیروت، طبع ثانی، ١٣٨٧ھ، ١/٧-٨

Ṭabarī, Abū Jaʿfar Muhammad b. Jarīr, Tarīkh al-Rusul wal-Mulūk, Dār al-Turāth, Beirūt. 1387, vol:1, p:7-8

صحیح اور ضعیف کو الگ کر دیں۔

اس بحث کے ذہن میں یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ راویوں کی صفات کے بارے محدثین اور مؤرخین کے منہج میں اس قدر اختلاف کی وجوہات کیا ہیں؟

اس کا جواب فریقین کے اغراض و مقاصد میں پوشیدہ ہے۔ محدثین کسی بھی روایت کو اس لیے لاتے ہیں کہ اس سے شرعی احکام کا استنباط مقصود ہوتا ہے اور یہ دین کا معاملہ ہے اس لیے یہ اہتمام ضروری ہے کہ راوی اور روایت کی قبولیت کے لیے کوئی متعین اصول و قوانین بنائے جائیں جن کی روشنی میں صحیح و سقیم روایات میں تمیز ہو سکے جبکہ مؤرخین کا مقصد ان تمام روایات کو جمع کرنا ہوتا ہے جن سے نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ ولادت سے وفات تک بالکل کامل، واضح، مسلسل اور مربوط صورت میں سامنے آسکے جب علمائے ثقات کے ہاں ان کو مطلوبہ روایات نہیں ملتیں تو وہ ان لوگوں سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے جو کذاب یا مفترین نہ ہوں اگرچہ ان کا درجہ استناد کچھ کمزور ہی ہو۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ سیرت اور تاریخ فقط جھوٹ کا پلندہ ہے بلکہ مؤرخین اور سیرت نگار خود بھی علمائے متورعین تھے اور وہ نبیؐ کی ذات کی طرف جھوٹ منسوب کرنے سے ہمیشہ ڈرتے رہتے تھے۔

امام ابن اسحاق کا فرمان ہے:

وكانت أول خطبة خطبها رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ونعوذ بالله أن نقول على رسول الله ما لم يقل[22]

''یہ وہ پہلا خطبہ تھا جو نبی ﷺ نے پڑھا تھا اور ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کچھ کہیں جو آپ ﷺ نے نہ فرمایا ہو۔''

۵۔ روایت کا اصل واقعہ:

بعض اوقات راوی اپنی طرف سے وضاحتی کلمات ادا کرتا ہے یا اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے جس کو متعلقہ روایت کا حصہ سمجھ لیا جاتا ہے جس سے روایات میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لیے یہ خیال رکھا جائے کہ اصل واقعہ کیا ہے اور اس میں راوی کی بات کس قدر ہے۔ سیرت ابن ہشام میں ہے:

[22] عبد الملک بن ھشام، سیرت ابن ہشام، شرکۃ مکتبہ ومطبعہ البابی الحلبی، مصر، طبع ثانی، ۱۹۵۵ء. ص ۵۰۰
Abdul malik b. Hishām, Sīrat ibn Hishām, Maktaba al-Bābī al-Halbī, Egypt, 1955, p 500

"یہ بات بھی ملحوظ رکھی جائے کہ روایت میں اصل واقعہ کس قدر ہے اور راوی کی ذاتی رائے اور مبہم کا اس میں کتنا دخل ہے۔"[23] اس کی مثال یہ حدیث ہے:

"سیدنا ابن عباسؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میرے دل میں یہ خواہش رہی کہ میں سیدنا عمر بن خطابؓ سے نبی ﷺ کی ان دو بیویوں کے متعلق سوال کروں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "اگر تم دونوں (بیویاں) اللہ کے حضور توبہ کرتی ہو تو بہتر ہے کیونکہ تمہارے دل راہ راست سے ہٹ گئے ہیں۔" حتیٰ کہ آپ نے حج کیا اور میں بھی آپ کے ہمراہ حج کے لیے گیا۔ چنانچہ جب وہ ایک دفعہ راستے سے ایک طرف ہوئے تو میں بھی پانی کا ایک برتن لے کر ان کے ہمراہ راستے سے الگ ہو گیا۔ پھر جب وہ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر واپس آئے تو میں نے ان سے عرض کی: اے امیر المومنین! نبی ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے وہ دو کون سی تھیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اگر تم دونوں اللہ کی طرف رجوع کرو تو بہتر ہے کیونکہ تمہارے دل راہ راست سے کچھ ہٹ گئے ہیں" سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سے ابن عباس! تم پر حیرت ہے، وہ سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ پھر آپ نے تفصیل سے یہ واقعہ بیان کرنا شروع کیا۔ انہوں نے فرمایا: میں اور میرے انصاری پڑوسی جو بنو امیہ بن زید سے تھے۔ ہم نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضری دیتے اور دوسرے دن میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ جب آتا تو اس دن کی وحی وغیرہ کی خبریں اسے بتاتا اور جب میں آتا تو وہ بھی اسی طرح کرتا۔۔۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ہمیں معلوم ہوا تھا کہ غسانی ہمارے ساتھ لڑائی کرنے کے لیے گھوڑوں کی نعل بندی کر رہے ہیں۔ ہوا یوں کہ ایک دن میرے انصاری ساتھی اپنی باری کے دن دربار رسالت گئے ہوئے تھے وہ رات گئے واپس آئے تو میرا دروازہ زور زور سے کھٹکھٹانا شروع کر دیا اور کہا: کیا عمر گھر میں موجود ہیں؟ میں گھبراہٹ کے عالم میں باہر نکلا تو اس نے کہا: آج تو بہت بڑا حادثہ ہو گیا ہے۔ میں نے کہا: کیا بات ہوئی؟ کیا غسانی چڑھ آئے ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں بلکہ معاملہ اس سے بھی زیادہ ہولناک اور خطرناک ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔۔۔ اور میں نے نماز فجر نبی ﷺ کے ہمراہ ادا کی۔ آپ ﷺ تو بالا خانہ میں تشریف لے گئے اور وہاں جا کر تنہائی اختیار کر لی۔۔ میں جب نبی ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا تو

[23] عبد الملک بن ہشام، سیرۃ ابن ہشام، ۱/ ۶۰

Abdul Malik b. Hishām, Sīrat ibn Hishām, vol: 1, p: 60

دیکھا کہ آپ ﷺ رسیوں سے بنائی ہوئی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، جسم مبارک اور چٹائی کے درمیان کوئی بچھونا نہ تھا بان کے نشانات آپ ﷺ کے پہلو مبارک پر پڑے تھے اور جس تکیے پر آپ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا اور کھڑے کھڑے عرض کی: اللہ کی رسول! آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ ﷺ نے میری طرف ایک نظر اٹھا کر فرمایا: "نہیں" میں نے (خوشی کی وجہ سے) نعرہ تکبیر بلند کیا"۔[24]

جیسا کہ حضور ﷺ کا ازواج مطہرات کو طلاق دینے کا یہ واقعہ مشہور ہے لیکن جب حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں نے تو طلاق نہیں دی حقیقت میں حضور نے ان سے ایلاء کیا تھا اور ان کو زوجیت کا اختیار دیا تھا جس کو راوی نے طلاق سے تعبیر کیا۔

۶۔ متعدد اشخاص کا روایت کرنا:

جب ایک ہی واقعہ کو متعدد اشخاص نقل کریں تو بیان میں اختلاف یقینی ہے۔ بیان کا اختلاف نفس واقعہ میں اختلاف کا سبب بنتا ہے۔ چند راویوں کی ایک روایت میں کمی و بیشی واقع ہو جاتی ہے

بعض اوقات مقامات اور سنین بھی مختلف ہو جاتے ہیں جیسے غزوہ اوطاس کے جائے وقوع کا مسئلہ، بعض اہل سیر غزوہ اوطاس اور غزوہ حنین ایک ہی مقام پر ہونا ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ ماحول اور تناظر کی صورت گری مثلاً واقعہ افک میں بعض اختلافی آراء کا بھی یہی سبب تھا۔

۲۔ موقف وفکر کی صحت کا یقین ہونا۔ جیسا صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمرؓ کا موقف تھا۔[25]

۳۔ بشری کمزوری / قوت بہیمیہ کا غلبہ (26)

یہ وہ اسباب ہیں جن کی وجہ سے روایات میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔

---

[24] بخاری، الصحیح، رقم الحدیث ۵۱۹۱

Bukhārī, *al-ṣaḥīḥ*, Ḥadīth no, 5191

(25) یٰسین مظہر صدیقی، عہد نبوی میں اختلافات، دار النوادر، لاہور، ۲۰۱۴، ص: ۱۹۳

Yāsīn Mazhar Siddīqī, Ehd-e-Nabavī mein ikhtelafāt, Dār-al-Nawādir, Lahore, 2014, p, 193

(26) ایضاً

Ibid

۷۔اخذ روایت سے متعلق اختلاف:

اخذ روایت سے متعلق اختلاف کی وجہ سے بھی روایات میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال واقعہ غرانیق العلیٰ ہے۔اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ مسلمین اور مشرکین کی جماعت کیساتھ بیت اللہ میں قرآن حکیم کی تلاوت فرمارہے تھے سورۃ النجم کی تلاوت کرتے ہوئے جب آپؐ ان آیات پر پہنچے: ﴿ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰى *وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴾[27] تو شیطان نے ایسی آواز میں کلام کی جو نبیؐ کی آواز کے متشابہ تھی اس نے بتوں کی مدح کرتے ہوئے کہا: "تلك الغرانيق العلى وإن شفاعتهن لترتجى "[28]

"اس کو سن کر مشرکین خوش ہوگئے اور جب نبی ﷺ نے سورۃ النجم کے آخر پر سجدہ کیا تو مشرکین نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ سجدہ کیا۔"

اس روایت کو حضرت عروہ بن زبیر، موسیٰ بن عقبہ، ابن اسحاق، علامہ واقدی، امام طبری، امام بیہقی، امام ابن اثیر، ابن سید الناس اور امام ذہبی وغیرہ نے کتب سیرت و تاریخ میں ذکر کیا ہے۔ مثال ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔[29]

اس روایت کے بارے میں علماء میں بہت اختلاف ہے کچھ علماء مقام نبوت کے مناسب تاویل کرتے ہوئے اس روایت کو قوی قرار دیتے ہیں اور کچھ علماء اسے مردود اور باطل قرار دیتے ہیں۔ اس روایت کو مختلف تاویلات کے ساتھ قوی قرار دینے والوں میں حافظ ابن حجر اور امام سیوطی جیسے علماء ہیں۔[30]

مذکورہ بالا اس روایت کو مردود قرار دینے والے علماء کی طویل فہرست ہے مثلاً ملاحظہ کریں۔[31]

---

[27] القرآن: ۵۳: ۱۹۔۲۰

Al-Qur'ān, 53:19-20

[28] طبری، محمد بن جریر، جامع البیان فی تاویل القرآن، مؤسسۃ الرسالہ، طبع اول، ۲۰۰۰ء، ۱۶/ ۶۰۳

Ṭabarī, Abū Jaʿfar Muhammad b. Jarīr al-. *Jāmiʿ al-Bayān fī tafsīr al-Qurʾān*. Beirūt: Beruit: Muʾassasa al-Risāla.2000.16/603

[29] طبری، تاریخ طبری، ۲/ ۳۳۷؛ بیہقی، احمد بن الحسین بن علی، دلائل النبوۃ، دار الکتب العلمیہ۔ بیروت، طبع اول، ۱۴۰۵ھ، ۲/ ۲۸۵

Ṭabarī,, Tārīkh Ṭabarī, vol: 2,p: 337; Ahmad bin al-Hussāin bin ʿalī, Dalāil al-Nubuwwah, Dār al-kutub al-ʿilmiyyah- Beirūt,1405, vol:2, p:285

[30] فتح الباری، ۸/ ۲۹۲؛ السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، الدر المنثور، دار ھجر، مصر، ۱۰/ ۵۲۵

Fath al-Bārī, vol: 8, p: 292; Suyūtī, al-Dur al-Manthūr, Dār Hijrr, Egypt, vol: 10, p: 252

[31] ابن العربي، محمد بن عبد اللہ، احکام القرآن، دار الکتب العلمیۃ، بیروت–لبنان، طبع ثالث، ۲۰۰۳ء، ۳/ ۳۰۰؛ قرطبی، محمد بن احمد، تفسیر القرطبی، دار الکتب المصریہ۔ قاہرہ، ۱۹۶۴ء، ۱۴/ ۴۲۴؛ فتح القدیر، ۳/ ۴۶۲

جبکہ عصر حاضر میں اس روایت کا خوبصورت رد الدکتور محمد ابو شہبۃ ، امام محمد الغزالی اور الدکتور الاعظمی جیسی شخصیات نے کیا ہے.

قاضی عیاض(۵۴۴ھ) نے تو اس روایت کو باطل قرار دیا ہے اور کتب سیرت و تفسیر میں اس کے وجود کی کچھ وجوہات بھی نقل کی ہیں۔ وہ رقم طراز ہیں

''اس روایت کو کسی ثقہ راوی نے بیان نہیں کیا ہے اس طرح کی روایات کو وہ مفسرین اور مؤرخین بیان کرتے ہیں جو ہر غریب روایت کو ضروری جانتے ہیں اور اپنی کتب میں صحیح و سقیم روایات کو لا کر کوئی عجیب بات نقل کرنا چاہتے ہیں۔ جن مفسرین اور مؤرخین سے یہ روایات بیان کی گئی ہے ان میں سے کسی نے بھی اسے مسند بیان نہیں کیا اور نہ ہی کسی نے مرفوع نقل کیا ہے اور اس کے اکثر طرق ضعیف ہیں اور اس کے بارے میں مرفوع روایت شعبہ عن بشیر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ مکہ میں تھے اور پورا قصہ ذکر کیا۔ ابو بکر البزار فرماتے ہیں ''یہ حدیث ہمیں نہیں معلوم کہ اس سند کے علاوہ کسی اور ایسی سند سے نبیؐ سے مروی ہو جس کا ذکر کرنا جائز ہو امام شعبہ سے اس سند کو صرف امیہ بن خالد مسند ذکر کرتے ہیں بقیہ سب سعید بن جبیر سے مرسل نقل کرتے ہیں اسی طرح یہ روایت عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس کے طریق سے بھی معروف ہے لیکن جیسا کہ ابو بکر البزار نے واضح کیا اس کے دیگر تمام طریق ذکر کے بھی لائق نہیں سوائے شعبہ والی سند کے اور شعبہ والی اس سند میں بھی شک ہے اور اس کے ساتھ توثیق نہیں ہوئی اور اس میں کوئی حقیقت بھی نہیں ہے۔''(32)

مؤرخین کے منہج پر مذکورہ بالا اعتراضات و مواخذات کے باوجود یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مؤرخین و اہل سیر حضرات کے ذکر کردہ کچھ واقعات سیرت ایسے بھی ہیں جن سے مختلف احادیث میں ترجیح دینے کا معاملہ آسان ہو جاتا ہے اور محدثین کے مؤقف پر سیرت نبوی ﷺ کے ان واقعات کو مقدم کیا جاتا ہے اور بعض احادیث پر وارد ہونے والے اعتراضات کو رفع کیا جاتا ہے۔

Ibn al-ʿArabī, Muhammad b. Abdullah, Ahkām al- Qurān, Dār al-kutub al-lmiyā, Beirūt, Lebnon, 2003, vol:3, p:1300, Qurtubī, Muhammad bin Ahmad, Qurtubī, Tafsīr al Qurtubī, Dār al-kutub al-Misriya, Egypt,1964, vol:14,p:424; Fath al-Qadīr, Vol:3, p:462

(32) قاضی عیاض، القاضی ابو الفضل عیاض، الشفاء، دار الفکر الطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۹۹۱ . ۲/ ۱۷۷-۴۷۸

Qāzī ʿIyādh, al-qādhī abu al-fadhal, Al shifā, Dār al-fiker. 1991, vol: 2, p: 177,478

خلاصہ کلام:

محققین کی رائے یہ ہے کہ روایات سیرت میں اختلاف کا بنیادی سبب در اصل ائمہ محدثین اور اہل سیر کے منہج اور مقصد میں اختلاف ہے۔ کیونکہ محدثین کا مقصد ان روایات سے تشریعی امور کا اثبات ہے جبکہ سیرت نگاروں کا مقصد نبی ﷺ کی حیاتِ طیبہ کو ایک تسلسل کے ساتھ مربوط اور منظم انداز میں پیش کرنا ہوتا ہے۔ سیرت نبوی ﷺ کے راویوں کے اندازِ بیان کی وجہ سے بھی سیرت کی روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔اسی طرح راویوں کا سیرت نبوی ﷺ کے واقعات کے بیان میں ترتیب و تحدید اورواقعات سیرت میں شرکاء کی تعداد کا اہتمام نہ کرنا،راوی کا اصل واقعہ میں اپنی رائے کو بھی شامل کر دینے سے روایات میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔

نتائج بحث:

اس تحقیق کے نتیجے میں درج ذیل نکات سامنے آئے ہیں:

- روایاتِ سیرت میں محدثین اور اہل سیر کا منہج اور اسلوب مختلف ہے۔
- فریقین کی اغراض و مقاصد الگ الگ ہیں۔
- محدثین روایاتِ سیرت کو مکمل، مربوط،اور منضبط انداز میں بیان نہیں کرتے بلکہ روایت کا متعلقہ حصہ بطور استدلال بیان کرتے ہیں۔
- اہلِ سیر تمام واقعات کو مربوط اور منظم انداز میں واقعاتی ترتیب سے بیان کرتے ہیں۔

سفارشات:

- ادارہ جاتی سطح پر روایات سیرت پر کام کی اشد ضرورت ہے۔لہذا اس موضوع پر تحقیقات کروائی جائیں۔
- ایسے اصول وضوابط کو وضع کیا جائے جن کی روشنی میں روایات میں موجود اس اختلاف کو کم کیا جاسکے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.